Journal of World Religions and Interfaith

ISSN: 2958-9932 (Print), 2958-9940 (Online)

Vol. 4, Issue 1, Spring (January-June) 2025, PP. 97-120

HEC Recog. no. 2(27)HEC/R&ID/RJ/24/630, Date: 16/4/2025

HEC:https://www.hec.gov.pk/english/services/faculty/journals/Documents/List%20of%20national%20journals%20on%20web-1.pdf

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/240

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/39177

Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title An Introductory and Comparatively Review of the Pluralistic Society of the Present Era and Pluralistic Society of Madinah Munawwarah

Author (s): **Dr.Asma Aziz**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
GC Women University Faisalabad, Pakistan
Taiba Ramzan / Zulekha Akbar
M.Phil Research Scholars, Department of Islamic studies, GC Women University Faisalabad, Pakistan

Received on: 15 May, 2025
Accepted on: 15 June, 2025
Published on: 30 June, 2025

Citation: Syed, S. A. M. S., & Dr.Tahira Batool. (2025). An Analytical Study of the Noble Contributions of the Prophet Muhammad's (PBUH) Ancestors in the Administration of Makkah Mukarramah. *Journal of World Religions and Interfaith Harmony*, *4*(1), 81–96. Retrieved from https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3917

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

عصر حاضر کے تکثیری معاشرے اور مدینہ منورہ کے تکثیری معاشرے کا تعارفی و تقابلی جائزہ

An Introductory and Comparatively Review of the Pluralistic Society of the Present Era and Pluralistic Society of Madinah Munawwarah

Dr. Asma Aziz
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
GC Women University Faisalabad, Pakistan
Email: asmaaziz@gcwuf.edu.pk

Taiba Ramzan
M.Phil Research Scholar, Department of Islamic studies
GC Women University Faisalabad, Pakistan

Zulekha Akbar
M.Phil Research Scholar, Department of Islamic studies
GC Women University Faisalabad, Pakistan

Abstract
A pluralistic society values and respects the differences in culture, religion, and beliefs among people. It allows different groups to live together while keeping their unique identities. Tolerance, equality, and fairness are key ideas in such a society. People are encouraged to understand each other through conversation and learning. Differences are seen as something that makes society stronger. Everyone is given equal rights and opportunities. People from all backgrounds can take part in making decisions. The society works to reduce unfair treatment and discrimination. A pluralistic society creates a sense of belonging for all its members. It celebrates diversity as an important part of community life. After the migration of Prophet Muhammad (PBUH), Madina became a model of a pluralistic society, where people from different ethnic, cultural, and religious backgrounds lived peacefully together. They all agreed to live under the "Constitution of Madina," which protected the rights and freedoms of all groups. Thus, Madina became an example of a society based on respect and peaceful coexistence.

Keywords: Pluralistic Society, Madinah Munawwarah, Culture, Religion, Interfaith Harmony.

موضوع کا تعارف

دنیا جغرافیائی حدود کو ختم کر کے گلوبل ولیج سے بھی اگے بڑھ کر گلوبل ہٹ بن چکی ہے انفارمیشن ٹیکنالوجی کا راج ہے اس مخلوط آبادی میں مذہبی عقائد، مادی افکار و نظریات معاشرت، زبان، نسل اور دیگر اختلافات عام ہیں ان اختلافات کی موجودگی میں عالمگیریت کی وحدت ایک تکثیری سماج(Plural Society)کا منظر پیش کرتی ہے۔اس گلوبلائزیشن(globalization) میں بین المذاہب ہم آہنگی کی خاص اہمیت ہے جدید ذرائع ابلاغ اور تعلیمی ادارے اس میں موثر کردار ادا کر سکتے ہیں مگر اس کے باوجود میڈیا پر قابض قوتیں اس کے ذریعے آچھے کو برا اور برے کو آچھا ثابت کر رہی ہیں یورپ اور امریکہ کے تمام نشریاتی اداروں، اخبارات، رسائل اور دیگر تمام ذرائع ابلاغ پر قابض یہود و نصاری جہاں اپنی باطل اور فرسودہ عقائد کی نظریات کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اور اسلام کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کر کے اسے قبول کرنے سے روک رہا ہے اس صورتحال میں اگر ہم اسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مطالعہ کریں تو میثاق مدینہ مذہبی ہم آہنگی عقیدہ اور مذہبی رواداری بین المذاہب مکالمہ کی بہترین مثال ہے۔

اسلام کی بابت ایک غلط فہمی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ اسلامی سماج میں اقلیتوں کے حقوق کا کوئی تصور نہیں اور مسلمان دیگر اقوام کو اپنے معاشرے میں جگہ نہیں دیتے،اس لیے اہل مغرب سے تعلقات میں اس نقطے کو اجاگر کرنا ضروری ہے اسلامی دنیا میں مذہبی تکثیریت کا وجود ہمارے موقف کی واضح شہادت مہیا کرتا ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ([1])

دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے۔

اسلام نظریہ ادغام کی گنجائش کو تسلیم نہیں کرتا اسلام مذہبی اور فکری تنوع کا قائل ہے جیسا کہ خود قران مجید میں ہے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ([2])

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق اور تمہاری بولیوں اور رنگوں کا اختلاف اسی طرح سے ہے۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ([3])

---

[1] البقرۃ(۲)۲۵۶

[2] الروم(۳۰) ۲۲

تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک دستور ہے اور طریقہ بنایا گیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک قوم بنا دیتا۔

یہ آیات بتاتی ہیں کہ اللہ کی حکمت اس مذہبی اور اعتقادی اختلاف کی متقاضی ہے اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے آج بھی ہمارے لیے اس میں رہنمائی موجود ہے مدینہ منورہ میں رہنے والے مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان آپ کا معاہدہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے باہمی آمن کے لیے ایک مشترک معاشرہ یا تکثیری معاشرہ قائم فرمایا

عصر حاضر میں دنیا گلوبل ولیج (Global village) بن چکی ہے جہاں مختلف مذاہب کے پیروکار تکثیری معاشروں میں زندگی گزار رہے ہیں باہمی ہم آہنگی اور رواداری کی ضرورت و اہمیت اس کو فروغ دینے کے لیے عملی اقدامات کی ضرورت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔

تکثیریت کا مفہوم

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانوں کے درمیان گوناں گوں اختلافات پائے جاتے ہیں رنگ، نسل، زبان، علاقہ، تہذیب وتمدن، معاشرت، عقیدہ، مذہب، کسی معاملے میں یکساں نہیں ہیں بلکہ ان سب پہلوؤں سے ان میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ ان اختلافات کو نظر انداز کرنے اور ان کے باوجود مل جل کر رہنے اور پُر امن طریقے سے زندگی گزارنے کو موجودہ دور کی ایک اہم قدر قرار دیا جارہا ہے۔ اس کے لیے ایک اصطلاح (pluralism) کی وضع کی گئی ہے۔ اس کے لیے اردو میں لفظ "کثریت" یا "تکثیریت" بولا جاتا ہے۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں (pluralism) کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے:

> The existence or toleration in society of a number of groups that belong to different races or have different political or religious beliefs.

> تکثیریت سے مراد ہے کسی سماج میں ایسے گروہوں کی موجودگی اور ان کے درمیان رواداری، جو مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہوں، یا مختلف سیاسی تصورات یا مذہبی عقائد کے حامل ہوں۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں اس کی یہ تشریح کی گئی ہے:

> Pluralism assumes that diversity Is beneficial to society and that the disparate functional or cultural groups of which society is

[3] المائدۃ(۵)۴۸

composed - including religious, trade unions, professional organizations, minorities - should be autonomous

تکثیریت کا مفروضہ یہ ہے کہ تنوع سماج کے لیے مفید ہے چنانچہ سماج کے مختلف طبقات یا تہذیبی اکائیوں کو—جن میں مذہبی گروہ، ٹریڈ یونیز، پیشہ وارانہ انجمنیں اور نسلی اقلیتیں شامل ہیں۔ حق خود اختیاری حاصل ہونا چاہیے۔ ([4])

عصر حاضر میں تکثیری معاشروں کی مثالیں

جس معاشرے میں دو یا دو سے زائد اکائیاں موجود ہو اس کو تکثیری سماج بھی کہتے ہیں۔ تکثیری سماج میں مختلف نسلی، مذہبی، لسانی اور ثقافتی اکائیاں موجود ہوتی ہے۔ اس ضمن میں یہ لازم بتایا جاتا ہے کہ ان تہذیبی گروپوں کا کلچر اور علاقہ پوری طرح واضح ہو۔ دنیا میں کئی ممالک تکثیری معاشرے کی نمائندگی کرتے ہیں جیسے: انگلینڈ، امریکہ، آسٹریلیا، ڈنمارک، فرانس، ہندوستان اور پاکستان وغیرہ۔

	عصر حاضر میں تکثیری معاشرے	کل آبادی	یہودی	عیسائی	مسلم	ہندو	سکھ	بدھ مت
1	انگلینڈ	6 کروڑ	0.5٪	59.2٪	6.5٪	1.5٪	0.8٪	0.5٪ ([5])
2	امریکہ	33.3 کروڑ	2٪	63٪	1.1٪	0.7٪	0.3٪	0.7٪ ([6])
3	ڈنمارک	59لاکھ	0.1٪	75٪	5٪	0.2٪	0.1٪	0.2٪ ([7])
4	فرانس	6.7 کروڑ	1٪	47٪	4٪	1٪	0.1٪	2٪ ([8])
5	ہندوستان	143 کروڑ	0.01٪	2.3٪	14.2٪	79.8٪	1.7٪	0.7٪ ([9])
6-	پاکستان	24 کروڑ	0.001٪	1.59٪	96.28٪	12.2٪	0.2٪	0.008٪ ([10])

[4] بابر فاروق رحیمی، حافظ، تکثیری معاشرے میں بین المذاہب ہم آہنگی اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اوکاڑہ، مئی ۲۰۲۱ء، ص:۳۱۵-۳۱۶

[5] https://www.bbc.com/urdu/articles/crg"v7ppx4po.amp

[6] pew Research center, The Future of world religions: Population Growth Projection, 2010-2050, april 2,2015

[7] Ibid

[8] htpps://www.cia.gov/the-world-factbook/countries/France, January 16,2025

[9] Comparing Asian Politics: India, China, and Japan,Sue Ellen M charlton 2004, Westview press, ISBN: 0-8133-4204-X

[10] population by religion, Pakistan burau of statistics, Government of Punjab,June 30,2018

1-انگلینڈ

انگلینڈ تقریبا دو صدی سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے ذہنی اور جسمانی تکلیف کا باعث بنا ہوا ہے اور اس ملک میں رہنے والی مسلم اقلیت پر برابر مظالم ڈھائے چلا جارہا ہے دنیا میں جمہوریت اور آزادی کا خواہشمند یہ ملک اپنے ہی ملک میں اقلیتوں کو اس نے جمہوری اقدار سے محروم کر رکھا ہے اور آزادی کے دروازے اقلیتوں کے لیے اس نے بند کر دیے ہیں خاص طور سے مسلمان اسلامی شعار کو اپنا کر مذہبی اصولوں پر عمل کرے، اس سے انگلینڈ کو اندیشے اور فکر لاحق ہو جاتی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اسلام کا اب کرم انگلینڈ کی آبادی کو اسلام کے قدموں پر ڈال دے، تو اس نے ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے اور غلط فہمیوں کے پردے ڈالنے کی کوشش برابر جاری رکھے ہوئے ہیں نیز اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پوری دنیا میں سازشوں اور ناپاک منصوبوں کے لیے مرکزی رول ادا کر رہا ہے، وہاں کے حالات سے پوری طرح باخبر رہنے کی ضرورت ہے۔

2-امریکہ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ (U .S.A) میں اب تک انگلیو سیکسن (ANGLO-SAXON) ہی کو یورپ سے آنے بسنے اور شہریت حاصل کرنے کی اجازت تھی حتی کہ یورپ کے دوسرے سفید فارم گروہوں کو بھی اس کی اجازت نہیں تھی مگر بتدریج یہ ذہنیت ختم ہوتی گئی یو ایس اے نے اپنے ملک کو پگھلانے والی دیگ (Melting pot) قرار دے کر غیر اینگلیو سیکسن افراد کے لیے بھی آباد ہونے کا راستہ کھول دیا۔ گلوبل ٹائمز کی تازہ اشاعت کے مطابق امریکہ اپنے پر امن بقائے باہمی کے بلند بانگ دعوے کے باوجود سیاہ فام افراد کے لئے برابری کا ماحول پیدا کرنے میں اب تک ناکام رہا ہے۔ 1960 کی دہائی کی امریکی سول حقوق کی تحریک سے لے کر اب تک سیاہ فام امریکیوں کو اپنے سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق حاصل کرنے میں طویل جدوجہد سے گزرنا پڑا ہے۔ مگر اس حوالے سے حالات اب بھی خاطر خواہ حد تک اچھے نہیں ہیں۔ سیاہ فام افراد اب بھی اپنے آپ کو دوسرے درجے کا شہری ہی تصور کر رہے ہیں۔ امریکہ میں حالیہ برسوں میں پیش آنے والے نسلی امتیاز کے واقعات اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ آج بھی یہ معاشرہ امتیازی سلوک کا شکار ہے۔ امریکی پولیس کے ناروا سلوک کی وجہ سے سیاہ فام افراد احتجاج کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح معاشی طور پر بھی دولت کی تقسیم کے حوالے سے سیاہ فام افراد نسلی امتیاز کا شکار ہیں۔ بظاہر ایک آزاد معاشرہ کہلانے والا امریکہ آج بھی اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرنے میں ناکام ہے۔

3-ڈنمارک

ڈنمارک ایک غیر مسلم ملک ہے وہاں وقفہ وقفہ سے ناموس رسول کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور آپ کی ذات بابرکات کی توہین کی جاتی ہے پانچ سال قبل اور اس کے بعد ابھی ایک سال قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام پاک کی بے عزتی کی گئی تھی جس نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور پوری دنیا میں اس کے خلاف مسلمانوں نے احتجاج بھی کیا تھا اور بڑے بڑے جلوس نکالے گئے تھے جلسے بھی ہوئے ریزولیوشن پاس بھی کیے گئے توہین کرنے والے اخبار اور اس کے ایڈیٹر کو سزا دینے کے لیے ڈنمارک کی حکومت کو مجبور کیا گیا لیکن مسلم اقلیت کی یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی اور اس کا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکل سکا صرف اتنا کہہ دیا گیا کہ ہر ایک کو اپنی بات پیش کرنے کی آزادی ہے آزادی کے اختیار کا حد سے زیادہ تجاوز کرنے والا انداز غور کرنے کی چیز ہے۔

4-فرانس

ایک عرصے سے فرانس میں مسلم اقلیت ظلم کا شکار ہے اور آئے دن مسلم طالبات کے ساتھ ہتک آمیز رویہ اختیار کیا جاتا ہے اور برقہ پہن کر شرعی دائرہ میں رہتے ہوئے طالبات اسکولوں میں تعلیم حاصل نہ کریں اس پر پابندی عائد کر دی اور ان کو طرح طرح سے مطعون کرنے کی کوشش کی گئی اور ان تمام باتوں میں اسلام اور مسلمان ہی نشانہ بنے، مزید اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات سے ہر وقت فرانس خائف نظر آتا ہے فرانس کے اس رویے اور اس کے اسباب کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔([11])

5-ہندوستان

ہندوستان میں مسلمان تاریخی اعتبار سے 1300 سال سے رہ رہے ہیں انہوں نے اس ملک میں تہذیب و ثقافت علم اور تمدن کو فروغ دیا یہاں کی زراعت، صنعت اور سڑکوں کو ترقی دی یہاں کے رہنے والوں کے درمیان محبت، خلوص انسانی وحدت انصاف کو بڑھایا مذاہب کے احترام کے ساتھ ساتھ جبر کے بغیر دین کی تبلیغ کی جو لوگ دین اسلام سے دور تھے اور اس کو مانتے نہیں تھے ان کے بارے میں اعلان کیا:

لکم دینکم ولی دین ([12])

تمہارے لیے تمہارا دین اور ہمارے لیے ہمارا دین۔

[11] رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، اقلیتوں کے حقوق اور مغرب میں اسلام موفیا، ایفا پبلیکیشنز نئی دہلی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، جون ۲۰۱۱ء، ص:۲۵۱

[12] الکافرون(۱۰۹)۶

اس پورے عرصے میں انہوں نے عقیدہ اور عبادت میں اختلاف کے باوجود خدمت میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ اس ملک کے تمام باشندوں کے ساتھ ہمدردی کی شاندار روایتیں قائم کی ماضی کی خانقاہیں اور مدارس اس کی علامت ہیں۔ البتہ انگریزوں کے غلبے کے بعد اس ملک کے مسلمانوں کی حیثیت ایک مجبور اور مظلوم طبقے کی ہو گئی ڈیڑھ سو سال کے اندر ہی ان کی صنعتیں مدارس، تعلیم گاہیں اجڑ گئی انگریزوں نے تاریخی طور پر ایسی کتابیں لکھوائی جن میں مسلم حکومتوں کے بارے میں ظلم اور جبر کی بے سروپا کہانیاں پھیلائیں اس نے یہاں کے ہندو مسلم فرقے کے محبت اور بھائی چارے کو نقصان پہنچایا اور فرقہ وارانہ تصادم کو ایسا بڑھایا کہ اس نے ایک بھیانک شکل اختیار کی جس کے بعد بالاخر ملک تقسیم ہو گیا۔ آزادی کے بعد مسلمانوں کی سماجی، معاشی، سیاسی، تعلیمی، اور دینی صورتحال کے تفصیلی جائزہ اور اس پر بحث کی ضرورت ہے۔

سماجی اور اخلاقی حالت

جہاں تک سماجی صورتحال کا تعلق ہے تو یہ کہنا درست ہو گا کہ سماجی طور پر ہندوستانی مسلمان کئی طرح کی مشکلات میں مبتلا ہیں پہلا یہ کہ ان کے رہائشی علاقے ترقیاتی مواقع سے محروم ہیں تشویش ناک حد تک غربت نے اکثریت کو گھر کے لیے زمینوں سے محروم کر رکھا ہے ان کے اپنی گھر کے لیے زمین 50 فیصد کے پاس بھی نہیں ہے اور غربت نے کئی طرح کے سماجی اور معاشرتی خرابیوں کو جنم دیا ہے ان کے گھروں کا ماحول دینی تعلیم کے فقدان کی وجہ سے اسلامی نہیں رہا۔ شریعت کے مطابق موروثی جائیدادوں کی تقسیم اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے جذبات میں کمی کا واقع ہونا قابل توجہ ہے ان میں اخلاقی برائیاں جیسے شراب نوشی، کاروبار میں سچائی سے دوری، انصاف اور ہمدردی کی کمی صاف دکھائی دیتی ہے اگرچہ بہت حد تک یہاں کے بسنے والے دیگر طبقات کے مقابلے میں اچھے اخلاق کے حامل دکھائی دیتے ہیں۔

معاشی حالت

مسلم معیشت کا جہاں تک تعلق ہے تو معاشرہ کا یہ پہلو بہت اہمیت رکھتا ہے ان کی آمدنی قومی سطح کی آمدنی سے کافی کم ہے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ سرکاری اور پرائیویٹ ایجنسیاں مسلمانوں کو تعاون دیں تاکہ وہ اپنی حالت کو بہتر بنا سکیں شہریوں کے اقتصادی اور تجارتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے قرضے ایک اہم ذریعہ ہو سکتے ہیں لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو ملازمتوں میں ان کی حصہ داری چاہے وہ سرکاری سیکٹر میں ہو یا غیر سرکاری سیکٹر میں بہت ہی کم ہے اس طرح بینکوں سے ملنے والے قرضوں کی صورتحال کچھ زیادہ امید افزا نہیں ہے کچھ مختلف رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف چار فیصد افراد کو بینک کی قرضوں تک رسائی حاصل ہے بلکہ قابل لحاظ مسلم آبادی والے بیشتر علاقوں کو بینکوں نے منفی قرار دے دیا ہے وہاں کے

رہنے والے لوگ بینک سے قرض نہیں لے سکتے۔ اسی طرح قومی اقلیتی مالیاتی کارپوریشن، نیشنل بیک ورڈ کلاس، فائنانس اینڈ ڈویلپمنٹ کارپوریشن، اور دیگر مالیاتی اداروں کی طرف سے دیے جانے والے قرضوں کا جہاں تک تعلق ہے تو یہاں بھی مسلمانوں کو محرومی کا سامنا کرنا پڑتا۔

تعلیمی حالت

جہاں تک مسلمانوں کی عمومی تعلیم کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں مختلف رپورٹوں سے واضح ہوتا ہے کہ مسلم طلبہ اور عام مسلمانوں کی خواندگی کی شرح قومی شرح خواندگی سے کم ہے یہ فرق دیہی علاقوں کے مقابلے میں شہری علاقوں میں زیادہ ہے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ 6 سال سے 14 سال کے درمیان عمر والے 25 فیصد مسلم بچے یا تو کبھی سکول جاتے ہی نہیں اور جاتے ہیں تو درمیان ہی میں تعلیم ترک کر دیتے ہیں یہی حال اعلی تعلیم کا ہے دیگر تمام طبقوں میں خاص طور پر شہری علاقوں کے مردوں میں گریجویشن مکمل کرنے کا امکان ایس سی اور ایس ٹی سے بھی کم ہوتا ہے اور جو گریجویٹ ہوتی ہیں ان میں دیگر طبقوں کے مقابلے میں مسلم طبقے میں بے روزگاری کی شرح زیادہ ہے اور جہاں تک خواتین کی تعلیم کا تعلق ہے شہری علاقوں میں یہ فرق کافی نمایاں ہیں اس کی ایک وجہ مسلم علاقوں میں لڑکیوں کے لیے سکولوں کی عدم موجودگی ہے کالج تو اور بھی کم ہے اس لیے مسلمان طلبہ وطالبات ہائر سکینڈری اور کالج کی سطح پر نسبتاً زیادہ نقصان میں ہے۔

دینی حالت

ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی حالت کو بھی کسی طرح قابل اطمینان نہیں کہا جا سکتا ان کی رہائش ہندوستان کے ایسے شہری اور دیہی گاؤں اور محلوں میں ہیں جہاں عام طور پر نہ مساجد ہیں نہ مکاتب نہ کہ اس میں علماء و مبلغین کی آمدرفت ہے بہت سی آبادیوں میں یہ تھوڑی تعداد میں موجود ہے اور اپنی غربت کی وجہ سے دین سے ناآشنا ہے اور ان کے ایمان کو خطرات لاحق ہیں بعض جگوں پر تو صرف ختنہ یا نکاح کی حد تک ہی مسلمان ہے اور حلال و حرام، پاکی اور ناپاکی، نماز، روزے سے بھی ناآشنا ہے اگر ہم جمعہ اور عیدین میں شریک ہونے والوں کی بات کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ کل مسلم آبادی کے نصف حصے سے کم اس میں شریک ہوتی ہے۔ یہی حالت دیگر احکام شریعت اور ان کے اخلاقیات کا ہے ہمارا خیال یہ ہے کہ 10 فیصد افراد میں جو دینی پختگی ہے ان میں سے پانچ فیصد تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے باضابطہ دینی مدارس سے تعلیم پائی ہے۔

تحفظ اور شناخت

مسلمان مذہبی اور ثقافتی طور پر اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں لباس میں عورتیں پردے کے لیے نقاب استعمال کرتی ہیں اور مرد داڑھی رکھتے ہیں اور ٹوپی کا استعمال کرتے ہیں مگر یہ اپنی شناخت کی وجہ سے بہت سی جگہوں پر تحفظ کے مسائل سے دوچار ہیں بعض ریاستوں میں یہ شکایت ملتی ہے کہ کسی داڑھی اور ٹوپی والے کو بازاروں، ریلوے سٹیشن، عوامی جگہوں سے انکوائری کے بہانے پولیس اٹھا کر لے گئے۔ اس طرح نقاب پوش مسلم عورتوں کو شکایت ہے کہ بازاروں، ہسپتالوں، سکولوں میں ان کے ساتھ سخت اور نازیبہ سلوک کیا جاتا ہے یہاں تک کہ پبلک سیکٹر ٹرانسپورٹ بھی محفوظ نہیں ہے اس تناظر میں مسلمانوں کے لیے اپنے سے باہر کی دنیا بعض علاقوں میں انتہائی غیر محفوظ بنا دی گئی ہے ان کے خلاف ہر سطح پر آواز کسی جاتی ہیں اور انہیں شک کے دائرے میں رکھا جاتا ہے۔ دہشت گردی کے متعلق کسی بھی سانحے کے بعد پولیس کے ذریعے مسلم نوجوانوں کا اغوا عام بات ہے مسلم خواتین کی عزت و عصمت خاص طور پر فسادات کے موقع میں صرف مسلم خواتین کو تلاش تلاش کر نشانہ بنایا جاتا ہے۔([13])

6-پاکستان

دیکھا جائے تو پاکستان میں اقلیتوں کو عبادت سمیت ہر قسم کی کھلی آزادی ہے۔ وہ مسلمانوں کی طرح بے خوف ہو کر زندگی گزارتے ہیں۔ بھارت سمیت امریکا، برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک میں وہاں اقلیتوں کو وہ حقوق آزادی نہی ہے جو پاکستان میں اقلیتوں کو حاصل ہے۔ دوسرے ممالک میں مسلمان اقلیتوں سمیت دیگر مذاہب کے ساتھ کیسے رویا اپنایا جاتا ہے ان کو کس حد تک مذہبی آزادی دی جاتی ہے پوری دنیا کا نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ بھارت، کشمیر، چیچنیا، بوسنیا، روس، فلسطین، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، فرانس، یورپ کے تمام ممالک کو بھلایا نہی جا سکتا۔ جہاں عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ پردہ کرنے، اسکارف پہننے تک کی اجازت نہی ہے۔

پاکستان وہ ملک ہے جہاں اقلیتوں کو زیادہ حقوق دیے گئے ہیں کیونکہ ہمارا اسلام بھی اقلیتوں کے حقوق کی بات کرتا ہے۔

قائد اعظم نے مملکت خداداد کو پہلی سانس لینے سے قبل ہی اس راہ پر ڈال دیا جو کہ ہر دم مذہبی رواداری کی جانب بڑھتی رہتی ہے۔ ان کے فرامین اسی مذہب کا عکس لئے ہیں جس مذہب کی بنیاد برصغیر کی تقسیم عمل میں لائی گئی۔ پاکستان میں ایک مسیحی جج اے آر کارکار کارئیلنس 1960ء کرسی عدل کے سپہ سالار رہ چکے ہیں۔ ایک اور ہندو جج رانا بھگوان داس چیف جسٹس آف پاکستان

[13] مولانا خالد سیف رحمانی، اقلیتوں کے حقوق اور مغرب میں اسلام موفیا، ص:۳۹۴

بنے اور اپنے منصفانہ اقدامات سے پاکستانیوں کے دل کی دھڑکن بن گئے۔ جبکہ 2009ء میں ایک اور مسیحی جمشید رحمت اللہ ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ سندھ میں اس وقت بھی سینکڑوں جج ٹرائل کورٹ میں کام کر رہے ہیں۔ پاکستان میں اقلیتوں کو عبادت کرنے کے لئے مکمل آزادی حاصل ہے۔ ملک بھر میں 2652 گرجا گھر ہیں جن میں فی چرچ 664 عیسائیوں کے لئے ہے۔ ملک بھر میں ہندوؤں کے 732 مندر ہیں۔ فی مندر 2734 افراد کے لئے ہے۔ اور 167 گردوارہ ہیں، فی گردوارہ 55 سکھوں کے لئے ہے، آپ برطانیہ کی مثال لے لیں وہاں مسلمان اقلیت کے لئے 2229 مسلمانوں کے لئے صرف ایک مسجد ہے۔

اقلیتوں کو سینیٹ آف پاکستان میں چار مخصوص نشستیں، قومی اسمبلی میں 10، اور صوبائی اسمبلیوں میں الگ نشستیں دی گئی ہیں۔ اقلیتوں کی کل 23 نشستیں ہیں، جن میں بلوچستان میں 3، کے پی کے میں 3، پنجاب میں 8 اور صوبہ سندھ میں 9 نشستیں مخصوص ہیں۔ اقلیتوں کو قومی دھارے میں لاتے ہوئے تعلیم، ملازمتوں اور کاروبار کے مواقع مساوی حقوق فراہم کرنے کے لئے ہیں۔ توہین رسالت کا قانون محض پاکستان اور بنگلہ دیش میں ہی نہیں بلکہ کم و بیش دنیا کے 55 سے زائد ممالک میں مختلف اشکال میں موجود رہا ہے اور بیشتر میں اب بھی موجود ہے۔ مسلمان 80 فیصد، اقلیتیں 20 فیصد شامل ہیں۔

قائد اعظم محمد علی جناح کی 11 اگست 1947ء والی وہ تقریر ہے جس کی بنیاد پر آج بھی پاکستان کی اقلیتیں گیارہ اگست کو "اقلیتوں کا دن" مناتی ہیں۔ محمد علی جناح نے فرمایا:

> آپ سب آزاد ہیں۔ آپ آزاد ہیں، اپنے مندروں میں جانے کے لئے یا کسی عبادت گاہ میں جانے کے لئے۔

پاکستان کی ریاست میں آپ کا تعلق کسی بھی مذہب، ذات یا عقیدے سے ہو۔ اقلیتوں کے لئے ہولی، دیوالی، اور ایسٹر تہواروں پر عام تعطیل کی جاتی ہے۔ تاہم کرسمس پر عام عوامی تعطیل ہوتی ہے۔ پولیس رینجرز سمیت قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے مکمل طور پر سیکیورٹی فراہم کی جاتی ہے۔ اقلیتوں کے لئے فلاحی اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ 8 ستمبر 2022ء کو کے پی اسمبلی میں بل کی منظوری کے بعد انڈوومنٹ فنڈ بنائے گئے ہیں۔ اقلیتی طلباء کو وظائف کی شرح 25 مارچ 2014ء سے دگنی کی گئی ہے۔

وفاقی اور صوبائی حکومتوں میں اقلیتوں کے لئے سرکاری نوکریوں کی کوٹا میں اوپن میرٹ کے علاوہ 5 فیصد مختص کی گئی ہے۔ اور باقاعدہ عمل بھی ہو رہا ہے۔ پرائمری سطح پر ہی اقلیتوں کے لئے اقلیتی مذاہب تعلیم واحد قومی نصاب این سی متعارف کرایا گیا ہے۔

اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ ہمیں قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ملتا ہے۔

ہمارے ملک میں قانون آئین کے ساتھ اسلام شریعت بھی اقلیتوں کے حقوق کی بات کرتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد میں ایک دفعہ ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قصاص کے طور پر اس مسلمان کے قتل کیے جانے کا حکم دیا اور فرمایا:

انا احق من اوفی بذمتہ[14]

میں اس سے زیادہ حق دار ہوں کہ اپنے عہد کو پورا کروں۔

غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت میرا سب سے اہم فرض ہے۔ جو ہماری غیر مسلم رعایا میں سے ہے اس کا خون اور ہمارا خون برابر ہے اور اس کی دیت ہماری دیت ہی کی طرح ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ [15]

دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے، سو جو کوئی معبودانِ باطل کا انکار کر دے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایک ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کے لیے ٹوٹنا (ممکن) نہیں، اور اللہ خوب جاننے والا ہے۔

تاریخ کا پہلا تکثیری سماج اور اس کا دستور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مذہبی رواداری اور تدبر واضح طور پر عیاں ہے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ اور ان سے تعلقات، صلہ رحمی، رواداری کے عجیب مثال سامنے آتی ہیں اور

[14] ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج:۲، ص:۲۹۹

[15] البقرہ(۲)۲۵۶

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پوری زندگی مشرکین مکہ، منافقین مدینہ، یہود و نصاری اور عرب کے صحرا نشین بدوؤں کے درمیان بسر ہوئی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کر کے انہیں سیاست کے ان بلند ترین مقام تک پہنچایا جس سے آگے کا کوئی تصور بھی ممکن نہیں۔

ہجرت مدینہ کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہود مدینہ کے ساتھ عرب کی تاریخ کا ایک تاریخ ساز معاہدہ میثاق مدینہ فرمایا جو کہ غیر مسلم رایا کے ساتھ پیغمبر اسلام کا پہلا معاہدہ ہے۔

1- مہاجرین مکہ کی آبادکاری اور گزر بسر کا انتظام

2- اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق و فرائض کا تعین

3- شہر کے غیر مسلم عربوں اور خاص کر یہودیوں سے سمجھوتہ

4- شہر کی سیاسی تنظیم اور فوجی مدافعت کا انتظام

5- قریش مکہ سے مہاجرین کو پہنچے ہوئے جانی و مالی نقصانات کا بدلہ ([16])

حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہجرت کے پہلے ہی سال میں ایک دستاویز مرتب فرمائے جسے مدینہ کے لوگوں نے تسلیم کیا یہ معاہدہ طرفین کے حقوق کی نگہبانی میں جامعیت کے اعتبار سے تاریخ کا اہم باب ہے۔([17])

اس تاریخ ساز دستاویز میں صراحت کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ مدینہ کے تمام مقامی قبائل اور مکہ سے آئے ہوئے مہاجرین کی زبردست قوت سے انصار کے مشرک رشتہ داروں کو متمتع ہونے کا صرف اس شرط سے موقع دیا جاتا ہے کہ وہ سیاسی حیثیت سے مرکزی حکومت کی پالیسی میں رکاوٹیں نہ ڈالیں۔ چنانچہ معاہدے میں صراحت کی گئی ہے کہ مکہ کے قبائل میں جو غیر مسلم یا یہودی المذہب لوگ ہیں وہ مسلمانوں کے تابع اور جنگ میں معاون ہوں گے اور وہ قریش مکہ کی جان و مال کو نہ تو خود کوئی امان دیں اور نہ اس بات میں آڑے آئیں۔ یہ عربی غیر مسلموں کا ذکر تھا۔([18])

[16] حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص:۷۹-۸۰

[17] ہیکل، محمد حسین، حیات محمد، مطبعۃ التھضۃ العربیۃ، قاہرہ، ۱۹۴۷ء، ص:۴۸۵

[18] حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص:۴۸-۵۸

یہ معاہدہ مذہبی رواداری اور فراغ دلی کی ایک ایسی مثال ہے جس پر دنیا فخر کر سکتی ہے موجودہ دور کی اقوام متحدہ بھی فریقین میں اس سے بہتر رواداری اور غیر مسلموں کے حقوق پر مبنی معاہدہ نہیں کرا سکتی.([19])

میثاق مدینہ کے نکات

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

1- یہ ایک حکم نامہ نبی اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قریش اور اہل یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والو اور ان لوگوں کے مابین ہیں جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

2- تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل ان فریقین کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (امت) ہو گی۔

3-اور جو شخص کسی مومن کو عمدہ قتل کرے اور ثبوت پیش ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔

4- اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

5-اور تمام قبائل کے یہودیوں کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو حاصل ہوں گے ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو خود اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

6-یہودیوں اور مسلمانوں میں باہم مدد ہی ہو گی اگر کوئی یثرب پر ٹوٹ پڑے۔

میثاق مدینہ کی یہ دفعات مہاجرین و انصار مسلمانوں کے متعلق ہدایات پر مشتمل ہے اور بقیہ حصہ یہود مدینہ کی حقوق و فرائض سے متعلق ہے۔([20])

یہودیوں کے ساتھ مذہبی رواداری، آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی یہ تاریخ ساز دستاویز اور ان کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں مذہبی رواداری آمن و سلامتی آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے۔([21])

---

[19] ثانی، محمد حافظ، ڈاکٹر، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رواداری، فضل سنز، کراچی، ۱۹۹۸ء، ص:۵۷

[20] حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص:۸۴

[21] غازی، حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص:۳۶۴

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہود اور غیر مسلم اقلیتوں کو وہ حقوق اور مراعات دیں جن کا کوئی یہودی تصور بھی نہیں کر سکتے یہ غیر مسلموں کے حقوق کی ادائیگی اور تحفظ کی کس قدر بے نظیر اور بلند مثال ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہود نے کبھی بھی اس معاہدے پر سنجیدگی سے عمل نہیں کیا وہ ہمیشہ اندرونی خانہ سازشوں میں مصروف رہے لیکن اس کے باوجود رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں کبھی بھی کسی معاہدے سے خارج قرار دے کر کوئی تادیبی کاروائی نہیں کی بلکہ تحمل کا ہی مظاہرہ فرماتے رہے۔

میثاق مدینہ میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس امر کی صراحت کر دی گئی کہ غیر مسلم یہودیوں کو ان کے دین کی پوری آزادی ہو گی چنانچہ ایک دفعہ کے الفاظ یہ ہیں "یعنی مسلمانوں کے لیے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کے لیے یہودیوں کا دین ہے" یعنی مدینہ میں جتنے لوگ بھی بستے ہیں ان کو دینی، عدالتی اور قانونی آزادی کا اطمینان دلایا گیا تھا۔([22])

نامور عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

> یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آج سے 14 سو سال قبل ایک ایسا باضابطہ انسانی معاشرہ قائم کیا جس کے شر کا معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا ہے۔ انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔([23])

قران کریم میں یہودیوں کی بدعہدی سے متعلق جو کچھ کہا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی عملی زندگی میں اس کا ثبوت ملتا رہا مگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دل یہودیوں کے برے برتاؤ کے باوجود سخت ہونے کی بجائے نرم ہوتا رہا۔ غزوہ خیبر میں جو مالی غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں توریت کے متعدد نسخے تھے۔ تو یہودیوں نے ان سے درخواست کی کہ وہ ہمیں دے دیے جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ نسخے ان کو دے دیے جائیں۔

یہودی فاضل ڈاکٹر اسرائیل نفسون اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> اس واقعے سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان مذہبی صحیفوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کس قدر احترام تھا آپ کی اس رواداری اور فراغ دلی کا یہودیوں پر اثر پڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسان کو کبھی نہیں بھول سکتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مقدس صحیفوں کے ساتھ کوئی

---

[22] حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص:۲۳

[23] ہیکل، محمد حسین، حیات محمد، ص:۲۲۷

ایسا سلوک نہیں کیا جن سے ان کی بے حرمتی لازم آتی ہو۔ اس کے مقابلہ میں ان کو یہ واقعہ بھی خوب یاد ہے کہ جب رومیوں نے یروشلم کو 70 قبل مسیح میں فتح کیا تو انہوں نے ان مقدس صحیفوں کو آگ لگادی تھی اور ان کو اپنے پاؤں سے روندا اسی طرح معتصب نصرانیوں نے اندلس میں یہود پر مظالم کے دوران توریت کے صحیفے نظر آتش کیے یہ وہ عظیم فرق ہے جو دیگر فاتحین اور پیغمبر اسلام کے درمیان ہمیں نظر آتا ہے۔"([24])

حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اہل نجران کے ساتھ معاہدہ

نجران کی عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ طے ہوا اسے احمد بن یحیی بلدزری اپنی کتاب فتوح البلدان میں درج زیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کے قاصد، ان کی مورتیں، یہ سب اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہیں ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا نہ ان کے حقوق میں سے کسی کے حق میں دست اندازی کی جائے گی اور نہ مورتیاں بگاڑی جائیں، گیکوئی پادری اپنی پادریت سے، اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، اور نہ ہی کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے جائے گا اور جو کوئی بھی کم یا زیادہ ان کے قبضے میں ہے اسی طرح رہے گا ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا اور نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا ان سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے اس معاہدے میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفاء کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذمہ داری ہے یہاں تک کہ اس بارے میں خدا کا کوئی دوسرا حکم نازل ہو جب تک وہ لوگ مسلمانوں کی خیر خواہ رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط کیے گئے ہیں ان کی پابندی کریں گے ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔([25])

---

[24] ندوی، ابوالحسن علی، سید، نبی رحمت، نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۸ء، ص:۴۱۴

[25] حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، الوثائق، السیاسیۃ للعھد النبوی، مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمہ، القاہرہ، ۱۹۴۱ء، ص:۸۰-۸۱

اس زمانہ کی مہذب حکومتیں بھی اس سے زیادہ حقوق اور کیا دے سکتی ہیں ان حقوق میں وہ ساری چیزیں آگئی ہیں جو ایک محکوم کے حقوق کے تحفظ اور اس کی باعزت زندگی کے لیے ضروری ہے حقیقت یہ کہ اس سے زیادہ حقوق خود اپنی حکومت بھی اپنے عوام کو نہیں دے سکتی تھیں۔ ([26])

عیسائیوں سے یہ وعدہ کیا گیا کہ:

1- ان پر کوئی ناجائز ٹیکس نہیں لگائے جائیں گے۔

2- ان کا کوئی پادری اپنے علاقے سے نہ نکالا جائے گا۔

3- کسی عسیائی کو اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا

4- کسی راہب کو اس کے راہب خانے سے خارج نہیں کیا جائے گا

5- مسجدیں یا مسلمانوں کے رہنے کے مکان بنانے کے لیے کوئی گرجا مسمار نہیں کیا جائے گا۔

6- جن عیسائی عورتوں نے مسلمانوں سے شادی کر رکھی تھی ان کو یقین دلایا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مجاز ہوں گی اور اس بارے میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا۔

7- اگر عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں یا خانقاہوں کی مرمت کے لیے یا اپنے مذہب کے کسی اور امر کے بارے میں امداد کی ضرورت ہو گی تو مسلمان انہیں امداد دیں گے۔

8- اگر مسلمان کسی بیرونی عیسائی طاقت سے برسر جنگ ہوں گے تو مسلمانوں کے حدود کے اندر رہنے والے کسی عیسائی سے اس کی مذہب کی بنا پر حقارت کا برتاؤ نہ کیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی سے ایسا برتاؤ کرے گا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا مرتکب تصور ہو گا۔ ([27])

ماضی اور حال کی تاریخ ہمیں اور بھی بہت سے فاتحوں کے نام بتاتی ہے اور یہ بھی بتاتی ہے کہ ان فاتحوں کا برتاؤ اپنے محکوموں کے ساتھ کیا تھا حاکم رعایا کو کس طرح کی آزادی دیتے تھے ان باتوں کا اگر اسلام کی رواداری سے موازنہ کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہو گا۔

[26] ثانی، محمد حافظ، ڈاکٹر، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رواداری، ص: ۱۹۲-۱۹۳

[27] بلازری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، ص: ۳۶۴

تکثیری معاشرہ میں مسلمانوں کا متوقع کردار

ایک تکثیری معاشرہ میں ملت اسلامیہ کا وجود بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جس انسانیت کی طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث فرمائے گئے اس کے افکار و خیالات اور تہذیب و عقائد ایک مخلوط معاشرے ہی میں محسوس کیے جاسکتے ہیں اور ہمارا ملک اس کی بہترین مثال ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت کے وقت جو شرک کا عالم تھا اس سے زیادہ آج ہمارے معاشرے میں شرک نظر آتا ہے اس لیے ملت اسلامیہ کو انسانوں کی رہنمائی کے سلسلہ میں بڑا ہی منفرد رویہ قران و سنت کی روشنی میں اختیار کرنا چاہیے معاشرہ الگ سے محسوس کرے کہ یہ امت انسانوں کی رہنما امت ہے ایک تکثیری سماج میں جس طرح دیگر قومیں گزر بسر کرتی ہیں اور اپنے مطالبات منوانے کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتی اس طرح کا معاملہ امت مسلمہ کا نہیں ہونا چاہیے دیگر حقوق کے حصول کی قرآن سنت کی بنیاد پر کوشش ہونی چاہیے۔

جس دور میں ہم ہیں جو حکمران ہم پر مسلط ہیں انہیں معلوم ہی نہیں کہ کس سمت ملک کو لے کر چلنا ہے کسی بھی سطح پر ان کی کارکردگی سے یہ نہیں لگتا کہ یہ ان کی اپنی سوچ ہے جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ملک آہستہ آہستہ ذہنی غلامی کی طرف بڑھ رہا ہے ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے اوپر ہزاروں کا قرض لے کر دنیا میں آتا ہے اس پر فتن دور میں ملک کی خیر خواہی کے لیے مثالی جدوجہد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشاد مبارک سے واضح ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فتنہ کا ذکر کیا اور اس کا قریب ہونا بھی واضح کیا لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم فتنہ کے ایسے حالات میں کون شخص بہتر ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

> ایک تو وہ شخص جس کی ملکیت میں جانور ہوں اور وہ ان کا حق ادا کرتا ہو اور ساتھ ہی اپنے رب کی عبادت کرتا ہو اور دوسرا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑ کر نکلے دشمن اس سے خوفزدہ ہوں اور وہ اس کو ڈراتے ہو۔ ([28])

جس کی ملکیت میں جانور ہوں وہ ان کا حق ادا کرے روزگار کا جو بھی ذریعہ ہو اس کا بھی حق ادا کریں تاکہ معاشی استحکام ہو سکے اور اس کاروباری مصروفیات میں اپنے رب کو یاد کرے عبادت کا اہتمام کرے انسانوں کی خدمت کے لیے ہمیشہ اپنے

[28] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الرجل یکون فی الفتن، نعمانی کتب خانہ، لاہور، مئی ۲۰۱۲ء، حدیث نمبر: ۲۱۷۷

وسائل کے ساتھ تیار رہے جب مسائل کے حل کے لیے توجہ دی جائے اور انسانوں کی ضرورتیں پوری کرنے کی کوشش ہو تو جو لوگ اپنے مفادات کے لیے خطرہ محسوس کریں وہ ایسے بے لوث خادم سے خائف بھی رہیں گے اور اسے ڈرانے دھمکانے کی کوشش بھی کریں گے۔ پاکستانی معاشرہ کی بھلائی مسلمانوں کے ایسے ہی بے مثال کردار سے ممکن ہے۔([29])

تکثیری معاشرے میں مسلمانوں کا معاشی کردار

معاشرے میں مسلمان اور غیر مسلم ایک ساتھ کہ قیام پذیر ہوں وہاں مسلمانوں کی معاشی سرگرمیاں انتہائی احتیاط کا تقاضہ کرتی ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں ذرائع کسب کے ضمن میں حلال اور حرام کا معاملہ درپیش ہوتا ہے اور دوسری جانب افراط زر سے معاملات میں اسلام کے اصول تجارت اور کسب اور غیر مسلموں کے معاشی افکار کے مابین اختلاف کی وجہ سے کئی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں اس ضمن میں اسلام نے مسلمانوں کے لیے بھرپور رہنمائی کی ہے اور ان کے سامنے معاشی اخلاقیات کے ایسے اصول رکھے ہیں جن کے رو تکثیری معاشرے میں ان کے کردار کی مثبت پیرایوں میں تشکیل کی جاسکتی ہے۔

غیر مسلموں کے اموال کی حفاظت

تکثیری معاشرے کی باگ دوڑ اگر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور مسلمان حکمران ریاست کا سربراہ ہو تو غیر مسلموں کی طرف اس کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ وہ ان کے اموال کی حفاظت کا مکمل انتظام کرے اور کسی بھی غیر مسلم کی املاک کو کسی مسلمان کی جانب سے کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے یہ غیر مسلم ذمی ہو یا معاہدہ دونوں صورتوں میں ان کے ذمہ داری حکومت وقت پر عائد ہوتی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ اپنے عہد خلافت میں ابو عبیدہ بن جراح جو شام کے گورنر تھے وہ ایک خط لکھا اور اس میں یہ نصیحت فرمائی کہ:

> ان لوگوں پر مسلمانوں کو ظلم کرنے اور ان کو ضرر پہنچانے اور ان کے ناحق اموال جس کھانے سے باز رکھو۔ ([30])

علامہ یوسف القرضاوی اسلامی فوجداری قوانین کے اہم پہلو قطع ید کے ضمن میں واضح طور پر لکھتے ہیں کہ:

> کسی نے بھی کسی ذمی کے مال کو چوری کیا اس کے بدلے میں اس کے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے گا۔ ([31])

---

[29] بابر فاروق رحیمی، حافظ، تکثیری سماج میں بین المذاہب ہم آہنگی اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، ص:۳۱۱-۳۱۲

[30] ابو یوسف، قاضی، کتاب الخراج، مکتبہ فاروقیہ، پشاور، ص:۲۸۵

زمیوں کو اپنے معاشی معاملات کے ضمن میں مسلمانوں کی طرح برابری کی سطح پر جدوجہد کرنے کا حق دیا گیا ہے مسلمانوں کے لیے جو تجارتی طریقے جائز ہے وہیں طریقے اختیار کرنے کا حق غیر مسلموں کے پاس بھی ہیں ایسی معاشی صورتیں جن کے نتیجے میں کسی کا استحصال ہو سکے مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کے لیے بھی ممنوع ہے اگرچہ غیر مسلموں کے لیے شراب اور سور کی تجارت پر پابندی نہیں لگائی لیکن مسلمانوں کو پابند کیا کہ وہ ان دونوں چیزوں کی تجارت سے احتراض کریں۔ امام سرخسی لکھتے ہیں کہ:

> تجارت کی جو اقسام مسلمانوں کے لیے جائز ہیں ان کے علاوہ کوئی بھی تجارت کی قسم اہل ذمہ کے لیے جائز نہیں ہو گی سوائے خنزیر اور شراب کی تجارت کے۔([32])

اس اخلاقی پہلو کے ساتھ ساتھ اسلام نے کچھ امور کے بارے میں مسلمانوں کی رہنمائی بھی کی ہے جن کا لحاظ رکھتے ہوئے تکثیری معاشرے میں مسلمانوں کے معاشی کردار کی ایک واضح صورت سامنے آجاتی ہے۔

غیر مسلموں کی معاشی تالیف قلب کا قرآنی تصور

قران مجید نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ صدقات کے مال کا ایک حصہ غیر مسلم کی تالیف قلب کی مد میں دے سکتے ہیں اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ:

> اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ([33])

آیت کی روشنی میں صدقات کی رقم کے مصارف مندرجہ ذیل ہیں: فقراء، مساکین، محکمہ زکوۃ کے ملازمین، وہ غیر مسلم جن کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرنی ہو، غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے، قرض میں جکڑے ہوئے لوگوں کو آزاد کروانے کے لیے، اللہ کے راستے میں۔

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ:

---

[31] محمد یوسف قرضاوی، غیر مسلمین فی مجتمع الاسلامی، دار افکر، بیروت، ص:۱۵

[32] شمس الدین سرخسی، المبسوط، دار المعرفت، بیروت، ج:۱۳، ص:۱۳۷

[33] التوبہ (۹) ۶۰

جو لوگ اسلامی حکومت کے ماتحت اور حکومت کو ان کی دلداری ملحوظ خاطر رکھنی پڑے ان کو مولفتہ القلوب کہا جاتا ہے حکومتوں کو بعض اوقات ایسے بااثر افراد کے ساتھ اچھے مراسم تشکیل دینے پڑتے ہیں جو ان کی مکمل راعیت میں نہیں ہوتے یہ مسلمان اور غیر مسلم دونوں میں سے کوئی بھی ہوسکتے ہیں ان کو اگر قوت کے ساتھ استعمال کے ذریعے قابو کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور ان کی تالیف قلبی کے لیے حکومت ان کو مال دیتی ہے سرحدی علاقوں میں رہنے والے ایسے افراد کی تالیف قلبی سے ریاست کو بڑے بڑے خطرات سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے مبادا اگر یہ کہ دشمن کی ہمدردیاں سمیٹ لیں تو یقیناوہ اسلامی حکومت کی بجائے دشمن کا ساتھ دیں گے مولانا آمین احمد اصلاحی نے اس کو پولیٹیکل مصرف قرار دیا ہے اور اس کے مطابق حکومت اپنی مدات میں سے کسی سے بھی اس پر خرچ کرسکتی ہے۔ ([34])

پیر کرم شاہ الزہری لکھتے ہیں کہ غیر مسلموں کے مال دینے کی تین صورتیں ہیں:

1- طاقتور کافروں کو اس غرض سے مال دینا کہ وہ مسلمانوں کے لیے مسائل و مصائب کا باعث نہ بنے اور جو لوگ مسلمانوں کو اذیت دیتے ہیں ان کو اس کام سے باز رکھیں۔

2- غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام قبول کرنے کی رغبت پیدا کرنے کے مال دینا تاکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے قریب آسکیں۔

3- نو مسلم حضرات کی دل جوئی کے لیے ان کو مال دیتے ہوئے ان کی خاطر داری کرنا تاکہ وہ کفر کی طرف واپس نہ لوٹ سکیں۔([35])

اس ضمن میں مفتی محمد شفیع کے مطابق عام صدقات غیر مسلموں کو دیے جاسکتے ہیں صدقات میں سے صدقۃ الفطر کو بھی غیر مسلموں میں خرچ کیا جاسکتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہر مذہب کے پیروکاروں کو صدقہ دو لیکن زکوۃ

[34] امین احسن اصلاحی، تدبر القرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص:۵۹۱-۵۹۲

[35] پیر کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ج:۲، ص:۲۲۳

کی رقم غیر مسلموں کو نہیں دی جاسکتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان کو حکم دیا کہ مسلمان مالدار لوگوں سے زکوۃ لے کر ان کے غرباء پر خرچ کرنا۔([36])

مولانا اشرف علی تھانوی نے مفتی محمد شفیع سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں زکوۃ کی رقم سے غیر مسلموں کے تالیف قلب کا کام کیا جاتا تھا۔([37])

غیر مسلم پر جزیہ کا اطلاق

مسلمان علماء کے ایک گروہ کا موقف ہے کہ غیر مسلموں کو دبا کر ان سے بغرض حقارت اذلال اور عقوبت جزیہ لیا جائے گا۔([38])

علماء کے دوسرے گروہ کا موقف ہے کہ جب ریاست مکمل طور پر اسلامی نوعیت کی ہو اور اس میں غیر مسلم بھی رہائش پذیر ہوں۔ تو اسلامی حکومت کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے۔ کہ وہ اپنی غیر مسلم آبادی کی جان مال کی حفاظت کرے اس تحفظ کے بدلے میں غیر مسلم آبادی پر ایک ٹیکس عائد کیا جاتا ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں جزیہ کہا جاتا ہے۔ اس ٹیکس کے علاوہ حکومت اور کوئی ٹیکس عائد نہیں کر سکتی۔ یہ ٹیکس کسی غیر مسلموں کے لیے حقیر کی علامت نہیں ہے بلکہ حکومت وقت مسلمان باشندوں سے بھی ٹیکس لیتی ہے۔ جس کو زکوۃ کہا جاتا ہے۔([39])

اسی لیے ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کو تحفظ کا معاوضہ قرار دیا ہے۔([40]) انہوں نے اس کی توضیح میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کی جنگیں کلمہ حق بلند کرنے کے لیے ہوتی ہیں اور ایسی جنگ میں مسلمان اپنے غیر مسلم شہریوں کو شامل ہونے پر مجبور نہیں کر سکتے کیونکہ

---

[36] محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، مکتبہ المعارف القرآن، کراچی، ۲۰۰۸ء، ج:۴، ص:۳۹۶

[37] اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س-ن، ج:۲، ص:۱۴۰

[38] شمس الدین ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد، ج:۴، ص:۹۰-۹۲

[39] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، اسلام کا قانون بین الممالک، ص:۲۲۹-۲۳۰؛ صدیقی، محمد نجات اللہ، ڈاکٹر، اسلام کا نظریہ ملکیت، اسلامی پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص:۴۰

[40] Dr.M.Haidullah , The Muslim Conduct of State , Sheikh M. Ashraf , Lahore , 1977, p. 318, 299, 192

وہ اس دین اور مذہب پر ایمان نہیں رکھتے جس کے تحفظ کے لیے مسلمان تلوار اٹھاتے ہیں اس لیے غیر مسلم آبادی کو جنگ میں اپنا حصہ دار بنانے کی بجائے ان کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ اور اس تحفظ کے بدلے ان سے مخصوص جزیے کی رقم لی جاتی ہے۔ ([41])

خلاصہ کلام

مدینہ منورہ اور عصر حاضر کے تکثیری معاشرتی نظام میں کئی مشترکات اور فرق ہیں۔ مدینہ منورہ ایک ایسا مثالی معاشرتی ماڈل تھا جس میں مختلف گروہ اپنے عقائد کی آزادی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تھے اور ان کے حقوق کی حفاظت کی جاتی تھی۔ عصر حاضر کے تکثیری معاشروں میں بھی ان اصولوں کا نفاذ ضروری ہے تاکہ معاشرتی ہم آہنگی، امن، اور انصاف کا ماحول قائم ہو سکے۔ مختلف مذہبی، ثقافتی اور نسلی گروہوں کے درمیان احترام، تعاون اور رواداری کی فضا قائم کرنے کے لیے مدینہ منورہ کے معاشرتی اصولوں سے سیکھنا ضروری ہے۔ اس طرح، عصر حاضر کے تکثیری معاشرے کو مدینہ منورہ کی مثال کی روشنی میں مزید بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

سفارشات اور تجاویزات

مذاہب عالم کے پیروکار اس راز سے بخوبی آگاہ ہیں کہ تکثیری سماج میں درپیش مسائل کا دائمی اور پائیدار حل امن عالم کی قیام میں پوشیدہ ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ امن عالم کا قیام مذاہب عالم کے مفکرین کے دست قدرت میں ہے اور جب تک یہ تمام قوتیں اکٹھی ہو کر اس مقصد کے حصول میں جدوجہد نہیں کریں گی اور امن کی منزل کو نہیں پا سکیں گی سماوی مذاہب میں ال ابراہیم اور ملت ابراہیمی کا تسلسل ہے جن کا اتمام واکمال ختم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے عصر حاضر کی عالمی صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ انسانیت تشدد اور انتہا پسندی میں پھنسی ہوئی ہے مذہبی سیاسی انتہا پسندی نے انسان کو اعتدال کی راہ سے ہٹا دیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات ایک عالمگیر تہذیب کے قیام کے لیے مثبت کے کردار ادا کر سکتی ہے ذیل میں چند تجاویز و سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1- چونکہ اولاد آدم اور ابراہیمی مذہب کے ناطے ہمارا ثقافتی ورثہ ایک ہے کہ لہذا اس بنیاد پر باہمی سماجی اور معاشرتی رابطے کو پروان چڑھایا جائے اسی صورت میں لادین عناصر کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

2- عہد حاضر میں لازم ہے کہ عالمی دینی تہذیبیں سر جوڑ کر بیٹھیں اور مذاکرات کریں غلط فہمیاں دور کرے میثاق مدینہ کو عالمی منشور قرار دیتے ہوئے خطبات حجۃ الوداع کی روشنی میں امن عالم کے قیام میں قواعد اور قوانین کا از سر نو مرتب

[41]- حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص: ۳۶۷

کرے اور متفقہ علامیہ جاری کرے جس میں ہر مذہب والا دوسرے کو اس کے طرز و انداز پر جینے اور ضمانت دے کے دوہرے معیار سے اجتناب اپنا دستور حیات بنالیں گے۔

3- غیر مسلم اقوام کے ساتھ قیام امن کے لیے رسول اللہ کے معاہدات کی عصر حاضر کے تناظر میں تشریح و توضیح کی جائے۔

4- پاکستان میں بالخصوص تمام اسلامی ممالک میں بالعموم مکمل سیرت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نصاب تعلیم کا حصہ بنایا جائے۔

5- بین المذاہب تعلقات میں بہتری لانے کے لیے سکولز کالجز اور یونیورسٹیز میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر تقریری مقابلے اور مضمون نویسی کا انعقاد کیا جائے۔